

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :

عن سعید بن ابی بردہ عن ابيه أتيت المدينة فلقيت عبد الله بن سلام فقال ألا تجي فاطعمك سويقا وثمرات تدخل في بيت ثم قال انك بارض الربا بئس اناش إذا لك على رجل حق فاهدي اليك حمل تبين أو حمل شعير أو حمل قتب فلا تأخذه فانه ربا له

”میں مدینہ آیا اور عبد اللہ بن سلام کو ملا۔ کہا میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ میں تجھے ستوپلاتا، پھل کھلاتا اور تو میرے گھر میں داخل ہوتا، (جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے) پھر فرمایا تو ایک ایسی سرزمین میں رہتا ہے۔ جہاں ظاہر و باہر ربا کا کاروبار ہوتا ہے۔ جب تیرا کسی پر قرض ہو۔ وہ تجھے بطور ہدیہ، بھوسہ، جو یا گھاس کی گانتھ دینا چاہے تو مت لینا کہ یہ ربا میں داخل ہے۔“

③ سودی نظام سے بچنے کے لیے اسلامی ہدایات

فطری عمل | بقا انسان کے لئے دنیا میں دو اہم عناصر کارفرما ہیں۔ ایک غذا دوسرے دفاع۔ دفاعی مورچہ پر فوج لڑتی ہے۔ اس کے تمام تر اخراجات ملکی دولت سے پورے کئے جاتے ہیں۔ غذا کی ضرورت بھی اسی سڑاپہ سے پوری کی جاتی ہے۔ لیکن سڑاپہ اُسکا متحمل نہیں ہے کہ بیت المال سے ہر شخص کا روزینہ مقرر کیا جائے۔

اسلامی نظام معیشت | اس لئے دفاعی اخراجات کی طرح اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہر شخص کو روزگار مہیا کیا جائے۔ صنعتکار تاجر۔ کاروباری تجربہ رکھنے والے افراد چھوٹے زمینداروں اور کسانوں کو بلا سود قرض دیا جائے تاکہ اُن کی محنت سے ملکی معیشت اچھی ہو اور ملکی دولت کے اضافہ کا سبب بن سکے۔ محنت اور مزدوری کی نیوا

اشخاص کے لئے حکومت خود اپنے زیر انتظام صنعتگاہیں قائم کرے۔ ان کا عملہ ماہر فن، دیانتدار، محنتی اور ذمہ دار ہوتا کہ یہ عمل ترقی پذیر ہو اور غیر ذمہ دار ہاتھوں یہ ملکی ادارہ برباد نہ ہو۔ البتہ جو لوگ بیکار پھرتے ہیں۔ حکومت ان کا نوٹس لے انکو جبری طور پر کام میں لگائے، کیونکہ یہ لوگ معاشرے پر مہبت بڑا بوجھ ہیں۔ بلکہ معاشرے کے بگاڑنے کا اصل سبب یہی لوگ ہیں۔

عالمی فسادات کے اسباب | بیکاری اور مفت غوری سے تمام برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے غلام کو جو بیکار ہو۔ مکمل

علی مولہ سے تعبیر کیا ہے یعنی ایسے غلام کا وجود ہی اپنے مولے پر تاوان ہے۔

طریق کار عمل | مذکورہ بالا طریقہ پر عمل کرنا اس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ جو سرمایہ صرف منفعت سود کے لئے بینک میں رکھا جاتا ہے۔ وہ زائد ہے۔ حکومت ان سے ملکی معیشت میں سبب بالا فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ یعنی صنعت و حرفت کے لئے بلا سود قرض اور صنعتگاہیں قائم کر کے بیکار لوگوں کو روزگار فراہم کرے۔

زائد مال سے عمومی فائدہ اٹھانا ہی اس کا بہترین حل ہے | زائد زمین ہو یا زائد ملکہ اُس سے خلق خدا کو

منفعت حاصل نہ کرنے دینا نہ صرف قانونی جرم ہے، بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی یہ مہبت بڑا گناہ ہے اور گھناؤنا عمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فریق کو کچھ رقبہ اراضی دیا اور اس نے اُسے بنجر پھوڑ دیا اور بیکار کر دیا۔ کسی دوسرے فریق نے اُسے آباد کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جھنگ آباد ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے :

من كانت له أرض فاعطها ثلاث سنين لا يعمرها فعمرها غيرہ

فعمروا حق بعيا (وهذا مرسل ورجاله ثقات)

ترجمہ : یعنی جس شخص نے اپنی زمین کو تین سال تک معطل چھوڑ دیا ہے، آباد نہیں کیا۔ اتنے میں دوسرا اُسے آباد کر لیتا ہے۔ تو وہ اس کا حق ملکیت رکھتا ہے۔

اسلام میں ارتکاز دولت کا تصور | اسلام نے چند ہاتھوں میں دولت کے سمٹ جانے کو ناپسند کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرورت سے زیادہ تقسیم شدہ مال فی واپس لے لیا تھا کہ اس مال میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو بعد میں اسلام میں داخل ہوں گے۔ آپ نے سورۃ حشر کی اس آیت سے استدلال کیا :

کی لا یكون دولة بین الاغنیاء منکم۔
”یعنی یہ اموال محض دولت مندوں کے ہٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں۔ جن سے سرمایہ دار مرنے لوٹیں اور عزیز فاقوں میں“ (تفسیر عثمانی)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ پر تمام صحابہ کرام نے متفقہ طور پر تصویب فرمائی۔ سوائے چند ایک اشخاص کے۔

نا جائز ذرائع سے حاصل شدہ دولت | ایسے ہی ہر دور میں حکومت کے وفادار خاندان اور قبیلے جو مختلف حیلوں سے ملکی دولت سے غلط منافع حاصل کرتے رہے ہیں۔ ان کی استحصال کردہ یہ دولت بھی سراسر موجودہ حکومت کی ملکیت اور بیت المال کا سرمایہ ہے۔ حسب ضابطہ ہر ملکی اس سے نفع اٹھانے کا حق رکھتا ہے۔

زائد مال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ اپنی لائسنس سواری کو سختی سے ہانک رہا ہے تو آپ نے فرمایا جس کسی کے پاس زائد سواری ہو، وہ اس شخص کے ساتھ احسان کرے۔ جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زاد سفر زائد ہو، وہ اس شخص کی مدد کرے۔ جو زاد سفر نہ رکھتا ہو۔ حتیٰ کہ آپ نے ہر ہر صفت کے مال (نقدی و سلان) کا الگ الگ اس طرح ذکر کیا کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔

۱۔ احکام القرآن ج ۳، ص ۴۳۱

۲۔ رواہ مسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

دورِ جاہلیت | دورِ جاہلیت کی یادگار اور اس کا مجرب اور آزمودہ نسخہ یہ بھی ہے۔ جس کے ذریعہ غزباء کا استحصال معروف طریقہ سے کیا جاسکتا ہے، کہ انہیں منافع پر قرض دیا جائے تاکہ وہ اپنی معیشت بحال نہ کر سکیں اور ایسے دگست وپا ہو جائیں، کہ انکی گردن میں غلامی کا طوق آسانی سے ڈالا جاسکے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی حبشہ کے بادشاہ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کی جو حالت بتلائی ہے۔ اس کے آخر میں فرمایا ہے:

وَيَأْتِي كُلَّ مَنَّا الْقَوِيُّ الضَّعِيفَ -

”ہم میں سے ہر قوی شخص کمزور کو کھا جاتا تھا یعنی ایسا استحصال گویا امیر شخص غریب کا گوشت فوج رہا ہے۔“

اسلام میں قرض دینے کے فضائل

سورہ بقرہ کی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَأَن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ -

”اس میں قرضدار کو مہلت دینے کی ترغیب دی گئی ہے کہ سود کی مانگت میں اگرچہ لینا دینا موقوف ہو گیا ہے۔ لیکن مفلس آدمی سے اصل مال کا بھی فوری مطالبہ نہ کرو، بلکہ اُسے مہلت دو اور توفیق ہو تو بخشدو۔“

اس آیت کے تحت امام ابو بکر جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَنْظَرَ مَعْسِرًا فَلَهُ صَدَقَتُهُ وَمَنْ أَنْظَرَ مَعْسِرًا فَلَهُ يَوْمٌ صَدَقَتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ مَعْسِرًا فَلَهُ صَدَقَةٌ ثُمَّ سَمِعْتُكَ تَقُولُ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ قَالَ مَنْ أَنْظَرَ

معصراً قبل ان يحل الدين فله صدقة ومن أنظره اذا حل الدين فله بكل يوم صدقة - ۱

”جسکا حاصل یہ ہے کہ مقررہ میعاد سے پہلے قرض طلب نہ کرنا اور مفلس شخص کو مہلت دینا ایک صدقہ کا ثواب ہے اور مقررہ میعاد کے بعد اُسے مہلت دینا ہر ہر دن کے بدلے ایک ایک ثواب ملتا ہے“

قرض کی مشکلات اور اسلامی اخلاق | اس زمانہ میں قرض کے لین دین میں بھی مشکلات پیش آرہی ہیں۔ خلوص و خیر خواہی کا فقدان ہے

سود خوری کی ذہنیت عام ہو گئی۔ عام دینے والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ قرض دیکر کوئی مفاد حاصل کیا جائے۔ جب سے یہودیوں کا ایجاد کردہ بنکاری کا سسٹم جاڑی ہوا ہے۔ زر زر رami کشد“ والا معاملہ ہے۔ لوگوں کی جمع کردہ بنک میں رقوم کے منافع سود پر گزر بسر ہو رہی ہے۔

(الامان)

اسی طرح قرض لینے والے بھی نیک نیت نہیں رہتے۔ قرض لیکر واپس نہیں کرتے حدیث میں ہے:

مطل الغنی ظلم

”امیر آدمی کا قرض کی ادائیگی میں دیر کرنا ظلم ہے“

جب ضرورت پوری ہو گئی تو قرض کی رقم کا واپس کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مالک اور قرضدار دونوں کو اسلام راہ اعتدال پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے اور اگر قرض لینے والا کمزور اور دینے والا طاقتور ہو کمزور کی حمایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی حسب ذیل ہے:

اولئك خيار الناس انه لا قدست أمة لا يأخذ الضعيف

فيما حقه غير متعنع يله

۱۔ احکام القرآن جلد ۱، ص ۴۷۸

۲۔ ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۷۷ - احکام القرآن، جلد ۱، ص ۴۷۸

ترجمہ: یہ میری اُمت کے بہترین لوگ ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت (عجالت) کو پاک نہ کرے۔ جس میں کمزور شخص پریشانی اٹھائے بغیر اپنا حق حاصل نہ کر سکے۔

خدم و مکرم شیخ مولانا محمد طاسین مدظلہ نے مجوزہ بنکاری نظام کے بارے میں جو تبصرہ کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ کہ یہ نظام موجودہ مشکلات کا حل ہے۔

اور نہ اس نظام میں غریب کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ صرف سرمایہ دار طبقہ اس سے مزید دولت کما سکتا ہے۔ اس سے دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں آجاتی ہے۔ جو اسلامی روح کے منافی خلاف ہے۔ مضاربت اور شرکت کے شرعی اصولوں کے منافی اور اس کی اغراض و مقاصد سے یکسر خالی ہے۔

موجودہ بنکاری نظام میں بنک کی حیثیت | مجوزہ بنکاری نظام میں سرفہرعی معاہدہ طے پاتا ہے۔ اس میں بنک کی حیثیت ایک دلال

کی ہے۔ جو قرضدار سے پیشگی مقرر کردہ منافع کی رقم کا جزدی حصہ کھاتہ دار کو دیتا ہے۔

موجودہ نظام میں شرعی اصولوں سے انحراف | تجارت کی شرائط کا تقدر سرمایہ کے مالک کا حق ہونا چاہیے۔ لیکن اس

کے برعکس بنک اپنے ہر دو فریق سے اپنے اصول کی پابندی کرتا ہے۔ بنک کے پاس اپنا کوئی عمل نہیں ہے۔ بلکہ وہ قرضدار کو تجارتی عمل کے نام سے رقم کی ایک مخصوص شرح پر سہ ماہی فراہم کرتا ہے گویا موجودہ سودی عمل کا اصل محرک اور داعی بنک ہے اور اس کا وجود ہی اس سارے کام کا مہربون منت ہے۔

قبل از اسلام جس چیز کو ربا سمجھا جاتا تھا اسلام نے اسے برقرار رکھا | عرب کے ہاں جس چیز کو ربا

سمجھا جاتا تھا۔ وہ یہی مذکورہ بالا صورت تھی۔ اسلام نے اُسے اس کی اصلی شکل و صورت میں تسلیم کیا ہے اور اس کی حرمت کو بدستور باقی رکھا ہے۔

امام ابو بکر جصاص رازی المتوفی ۳۷۰ھ جہلا عرب کے سودی لین اور ربا کی تعریف

میں ارشاد فرماتے ہیں :

والربا الذی كانت العرب تعرفه وتفعله انما كان قرض الدراهم والدنانیر الى أجل بزيادة على مقدار ما استقرض على ما يتراضون به ولم یكونوا یعرفون البیع بالنقد واذا كان تفاضلا من جنس واحد هذا كان المشهور بینهم ولذلك -

قال الله تعالى -

وما آتیتم من ربایر لوفی اموال الناس فلا یربوا عند الله - فاخبر ان تلك الزیادة المشروطة انما كانت ربائی المال العین لانه لا عوض لهما من جملة المقرض - له

ترجمہ: عرب کے لوگ جس چیز کو ربا سمجھتے اور اس کا لین دین کرتے تھے۔ وہ کچھ مدت کے لئے درہم اور دنانیر کے قرض کی صورت میں ہوتا تھا جو وہ آپس میں طے کر لیتے تھے۔ عرب کے لوگ نقدی کے لین دین کو بیع نہیں سمجھتے تھے۔ نیز ایک جنس میں کمی بیشی کے معاملہ کو بھی وہ ربا سمجھتے تھے۔ ربا کی یہ تعریف ان میں مشہور تھی۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

جو مال ربا تم اس لئے دیتے ہو کہ یہ دوسروں کے مال میں بڑھ سکے تو یہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے نقدی میں مشروط زیادتی کے بارے میں بتلایا کہ یہ ربا ہے۔ اس لئے کہ قرض دہندہ کی طرف سے اس زیادتی کا کوئی عوض ادا نہیں کیا جاتا۔

اسلام سے قبل جہلا عرب جس چیز کو ربا سمجھتے تھے۔ آج کے اسلامی دور میں اسی کو اصلاحی اور

حکام القرآن، ج ۱، ص ۴۶۵